صدارتی کلمات

محمد عبدالحق انصاری

محترم اساتذہ کرام، مندوبین عظام، عزیز طلبہ و طالبات!

ادارۂ علوم القرآن علی گڑھ کے زیر اہتمام کتاب اللہ پر مسلم یونیورسٹی کی آرٹس فیکلٹی میں منعقد ہونے والا یہ سیمینار جس میں ملک کے طول و عرض سے اہل علم و دانش اور یونیورسٹی کے اساتذہ، طلبہ اور طالبات کی اچھی تعداد شریک ہے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس شاندار سیمینار کے افتتاحی جلسہ کی صدارت ایک اعزاز ہے جس کے لیے میں سیمینار کے منتظمین کا بے حد ممنون ہوں۔

قرآن مجید پر امت کے علماء نے مختلف ادوار میں مختلف جہتوں سے جو کارنامے انجام دیے ہیں مولانا ضیاء الدین اصلاحی مدیر معارف اعظم گڑھ نے ان کا ایک خوشنما جائزہ پیش کیا ہے۔ ذمہ داران ادارہ علوم القرآن جن کی کوششوں سے ادارہ علوم القرآن قائم ہوا اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرگرم عمل ہے، انھوں نے بھی قرآن کریم پر گزشتہ دو تین صدیوں میں جو کام ہوئے ہیں ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، انھیں حضرات کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ادارۂ علوم القرآن کا مجلہ اپنی روایتی آب و تاب کے ساتھ پابندی کے ساتھ نکل رہا ہے۔

یہ حضرات اور ملک و بیرون ملک کے ان کے رفقاء جو اس مبارک کام میں شامل ہیں ہم سب کی طرف سے دلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ سیمینار جو کلام الٰہی سے ان کی قلبی وابستگی اور گہری دل چسپی کا بین مظہر ہے بفضل الٰہی ضرور کامیاب ہوگا۔

میں اپنی مختصر گفتگو میں چند امور کی طرف حضرات اہلِ علم و تحقیق کی توجہ مبذول کرنی چاہتا ہوں۔ قرآن مجید کے الفاظ، اسالیب بیان، تشبیہات، استعارات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مفردات القرآن پر ماضی میں امام راغب اصفہانی کی کتاب اور گزشتہ صدی میں مولانا حمید الدین فراہی کے مختصر مجموعہ کا میں بے حد مداح ہوں اور قرآنیات میں انھیں ایک گراں قدر اضافہ سمجھتا ہوں۔ آج جو اسکالرس مکتب فراہی سے منسلک ہیں اور ادارہ علوم قرآن کے وابستگان جن کی صف اول میں شامل ہیں، ان سے امید ہے کہ وہ مولانا کے کام کو آگے بڑھائیں گے اور قرآن کے وہ الفاظ جو مولانا فراہی کی مفردات القرآن میں شامل نہیں ہو سکے ان کو بھی مولانا کے انداز میں تحقیق کا موضوع بنائیں گے۔

اس ضمن میں عیسائی دنیا میں بائبل کے الفاظ پر جو کام گزشتہ صدی میں ہوا ہے میں اس کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ۱۹۷۰ء میں جب میں ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈیونٹی اسکول کے تحت تقابل ادیان کا کورس کر رہا تھا تو وہاں کیٹل Kettel کی بائبل کی ڈکشنری نظر سے گزری۔ اس لغت کو جو بیسیوں جلدوں پر مشتمل ہے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس میں ایک ایک لفظ پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ایک پوری کتاب ہے۔ زیر بحث لفظ بائبل میں کہاں کہاں آیا ہے اور کس پس منظر میں استعمال ہوا ہے، کن معانی کا حامل ہے، بائبل کے شارحین نے ان پر کیا کچھ لکھا ہے، ان کے کن معانی کی نشاندہی کی ہے اور تاریخ کے مختلف ادوار میں ان کے فہم میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، اہل لغت، ادیبوں، متکلمین، فلاسفہ، فقیہوں اور قانون دانوں اور مورخین اور سائنس دانوں کے مختلف حلقوں میں ان کے کن پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ عبرانی، سریانی اور وہ تمام زبانیں جو بائبل کے الفاظ کی تحقیق میں معاون ہو سکتی ہیں سبھی سے الفاظ کے معانی کے تعین میں مدد لی گئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ الفاظ قرآن کا مطالعہ اور تحقیق اسی تاریخی انداز سے ہونا چاہیے، اسی وسیع دائرہ کار میں انہی گہرائیوں کے ساتھ اور اسی انداز سے مختلف زبانوں سے استفادہ کرتے ہوئے ہونا چاہیے۔

اس کے ساتھ میں یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ مسلم امت اپنی آبادی اور اپنی

اہمیت، اپنے وسائل وذرائع کے اعتبار سے عیسائی دنیا کے بعد دوسرے نمبر پر آتی ہے لیکن اپنی مقدس کتاب کے شایان شان ایک شاندار دائرۃ المعارف مرتب کرنے میں اب تک کامیاب نہیں ہو پائی ہے جب کہ بائبل کے مختلف دائرۃ المعارف موجود ہیں۔ عیسائیوں کے مرتب کردہ الگ ہیں اور یہودیوں کے مرتب کردہ الگ ہیں۔ لیکن مسلم اسکالرس کی کوئی ہیئت ابھی تک قرآن مجید کا انسائیکلوپیڈیا تیار نہیں کر پائی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں جو چیز اب تک مانع رہی ہے وہ مالی وسائل وذرائع نہیں بلکہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان جو کلامی، فلسفیانہ، فقہی اور صوفیانہ اختلافات رہے ہیں اصل مانع وہ ہیں۔ شاید یہ وجہ بھی ہو کہ مختلف علوم کا جو تاریخی ارتقا ہوا ہے اور جس کا اظہار مغرب سے شائع ہونے والی تصنیفات میں ہوتا رہا ہے، اس نے بھی قدامت پسندوں اور جدت پسندوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کردی ہے جو پاٹی نہیں جاسکی ہے۔

میری تمنا ہے کہ قرآن مجید کے ہمارے اسکالرس کو علوم قرآنی کے فہم، ترتیب اور تصنیف میں تاریخیت کے پہلو کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ زندگی میں دوام وثبات بھی ہے اور حرکت وتغیر بھی اور کوئی وجہ نہیں کہ کتاب الٰہی کے انسانی فہم کو اس کلیہ سے خارج رکھا جائے۔ قرآن مجید بحیثیت کلام الٰہی زمان ومکان کی قید سے بلند ہے۔ مگر اس کی انسانی تفہیم وتفسیر زمانی ومکانی قیود سے بلند نہیں ہوسکتی۔ دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ماضی کی مختلف اقوام، عاد وثمود، قوم ابراہیم، فراعنہ، بنی اسرائیل، قوم لوط، اصحاب مدین، اصحاب الاخدود، اصحاب کہف وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں موجودہ دور میں خاصا کام ہوا ہے، آرکیالوجی، لسانیات خاص طور پر سریانی، اکادی، مصر ویونان کی قدیم زبانوں اور بحر اسود کے طومار (Dead Sea Scroll) کے مطالعہ میں بڑی پیش رفت ہوئی ہے۔ یہ کام یہودی وعیسائی اسکالرس نے بائبل کے مطالعہ کے ضمن میں کیا ہے۔ چونکہ یہ اقوام، مقامات، زبانیں اور تہذیبیں قرآن مجید کا بھی اسی طرح موضوع ہیں جس طرح کہ وہ بائبل کا، اس لیے مسلم اسکالرس کے لیے بھی ان کے غائر مطالعہ کی ضرورت ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر علی گڑھ جیسی تاریخی جگہ میں ایک شاندار لائبریری وجود میں آئے

جہاں صاحب صلاحیت اسکالرس تحقیقی کام انجام دیں۔ تصنیف وتالیف، سیمینار اور لیکچرز کا نظام ہو اور یہ سب کام علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی سرپرستی میں آگے بڑھے۔

ایک اور پہلو جس کی طرف نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ آج تقابل ادیان اور تقابل لسانیات کے شعبے مختلف یونیورسٹیوں میں قائم ہورہے ہیں۔ اس موضوع پر علماء اسلام نے بھی کچھ کام کیا ہے اور انگریزی میں بھی بعض کتابیں آئی ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں بھی اس کا آغاز ہونا چاہیے۔

میں اپنی گفتگو اس دعاء کے ساتھ ختم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سیمینار اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہو۔ اور اس کے ذریعے لوگوں میں قرآن مجید کو سمجھنے اور اس پر غور و تدبر کرنے اور اس کے الفاظ و معانی پر تحقیق کے کام کو آگے بڑھانے کی توفیق ملے۔

☆